غزل

از جناب الم صاحب مظفر نگری

فصلِ گل دیکھا کیے فصلِ خزاں دیکھا کیے
دونوں رُخ حُسنِ ازل کے رازداں دیکھا کیے

کیا بچا لیا جل گیا برقِ تپاں سے پوچھیے
ہم تو بربادیِ شاخِ آشیاں دیکھا کیے

تھی نگاہِ شوقِ چمن کی رنگ و بو سے آشنا
وہ قفس میں بھی بہارِ گلستاں دیکھا کیے

ہر ادائے جانفزا تیری حیات افروز تھی
ہم فنا میں بھی بقا ہی کا سماں دیکھا کیے

قافلہ ہے کونسی منزل میں یہ کس کو خبر
ڈھونڈھنے والے تو گردِ کارواں دیکھا کیے

در حقیقت تھے وہی دیر و حرم سے آشنا
جو تصور میں تمہارا آستاں دیکھا کیے

ذکرِ گل اور شکرِ گل سے تھی ہمیں فرصت کہاں
آشیاں میں ہم تو برقِ آشیاں دیکھا کیے

پھول ہوں کلیاں ہوں کانٹے ہوں چمن ہو دشت ہو
سب کو ہم آلودۂ رنگِ خزاں دیکھا کیے

سو گئے جو بے خبر سُن کر صدائے الرحیل
عمر بھر خمیازۂ خوابِ گراں دیکھا کیے

اُن کو بھی حیرت رہی وہ اپنی جلوہ گاہ میں
صرف مجھ کو ہی ہلاکِ امتحاں دیکھا کیے

کٹ گئے یونہی بسر اپنی تمہارے منتظر
عمر بھر خوابِ نویدِ ناگہاں دیکھا کیے

موت ہے ذکرِ قفس اِن بزدلوں کو اے الم
رہ گئے گلشن میں جو لطفِ آشیاں دیکھا کیے